

## اسلام کا نظریہ کفو و غیر کفو

تحریر: پروفیسر شمس الدین، صدر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج چیچہ وطنی

کفایت (برابری) کیا ہے؟

"کفایت" کے لغوی معنی برابری کے ہیں، کافاہ اوساواہ (۱)۔ دربار رسالت ﷺ کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ کا ایک مصرعہ ہے

روح القدس لیس له کفاء (۱) (اور روح القدس کا کوئی برابر نہیں ہے

قرآن مجید میں بھی "کفو" اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "

ولم یکن له کفوا احد"

لیکن فقہاء کے ہاں "کفایت" ایک خاص اصطلاح ہے جس کا مفہوم ہے:

مساوات الرجل للمرأة او کون المرءة ادنی (۲)

(اور اس کا کوئی ہم سر نہیں ہے)

یعنی مرد عورت کے برابر ہو یا اس سے فائق ہو

اور مقصود یہ ہے کہ جس سے رشتہ کیا جا رہا ہو، وہ ایسا نہ ہو کہ خود لڑکی یا اس کے اقرباء

اور اولیا یہ رشتہ باعث ننگ و عار ہو کہ یہ بات مستقبل میں تعلقات کی ناپائیداری اور ناسازی کا

موجب بن سکتی ہے (۳)

قرآن مجید میں اگرچہ صراحتاً کہیں اس مسئلہ کا ذکر نہیں، لیکن:

یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی (۳)

(یعنی اے لوگوں ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا)

کے شان نزول کے سلسلے میں مختلف روایات نقل کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ

آیت مسئلہ کفایت ہی کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ احادیث میں گو کفایت "کا ذکر ہے،

مگر اس سلسلے میں جو روایات منقول ہیں وہ بھی بالعموم ضعف سے خالی نہیں ہیں۔

۱- حضرت علیؓ سے مرفوع روایت مروی ہے کہ غیر شادی شدہ لڑکی کیلئے "کفو" رشتہ

مل جائے تو تاخیر نہ کرو۔

والایم اذا وجبت لها کفوا"

امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند متصل نہیں ہے،  
اما المؤمنین ماری اسنادہ متصل (۴)

۲- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اپنے نطفہ کے لئے بہتر رشتہ کا انتخاب کرو۔ اور  
کفو سے ان کا نکاح کرو،

تخیر والنطفکم وانکحو الکفاء  
مگر یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

۳- حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:  
عورتیں کفو سے ہی بیاہی جائیں۔

لا تنکحو النساء الا الکفاء۔

یہ روایت داقطنی کی ہے اور ضعیف ہے (۵)

مصنف عبدالرزاق میں حضرت عمرؓ کے بعض آثار "کفوات" کے سلسلے میں نقل کئے  
گئے ہیں، مگر وہ بھی پایہ صحت کو نہیں پہنچتے (۶) غالباً اسی لئے امام شافعی نے ان احادیث کے  
بجانے کفوات کے ثبوت کے لئے حضرت بریرہؓ کے "خيار عتق" کے واقعے سے استدلال  
کیا ہے (۷) اور آزاد ہونے کے بعد ان کو فسخ نکاح کا اختیار دینے کی وجہ اسی عدم برابری کو  
قراردیا ہے کیونکہ ان کی تحقیق کے مطابق حضرت بریرہؓ کی آزادی کے وقت ان کے شوہر  
حضرت مغیث غلام تھے اور غلام آزاد عورت کا کفو نہیں ہو سکتا (۸)۔

تاہم اگر بہت سے ائمہ مجتہدین کے تسلیم کر لینے کی وجہ سے "کفوات" کی روایت کو  
تسلیم کر لیا جائے تو اصل مسئلہ یہ ہے کہ کن امور میں کفوات کا اعتبار ہوگا؟ مجموعی حیثیت  
سے فقہاء نے ۹ امور میں کفوات کا اعتبار کیا ہے۔

(۱) نسب و خاندان، (۲) آزادی، (۳) اسلام یعنی خاندانی مسلمان ہونا، (۴) دیانت

و تقویٰ، (۵) مال اور معاشی سطح، (۶) حسب و خاندانی وجاہت، (۶) صنعت و حرفت اور

پیشہ، (۸) عیوب سے محفوظ ہونا اور (۹) عقل۔

ان کی مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

## ۱- دین میں برابری

چنانچہ امام ابو بکر الکاسانی لکھتے ہیں:

اخلاق و دیانت میں کفایت سے مراد یہ ہے کہ فاسق و فاجر مرد صالح اور نیک عورت کا کفو نہیں ہو سکتا،

حتى لو ان امرأة من بنات الصالحين اذ روجت نفسها من فاسق كان للاولياء حق الاعتراض لان التفاخر بالسرين احق من التفاخر بالنسب (۹) یعنی یہاں تک کہ اگر صالحین کے خاندان کی کوئی عورت اپنا نکاح کسی فاسق شخص سے کر لے تو اولیاء کو اعتراض کا حق ہوگا۔ اس لئے کہ دین داری نسب اور خاندان سے زیادہ باعث تفاخر ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

اذا اخطب اليكم من ترصود دينه و خلقه فزوجوه الا تكني فتنة في الارض وفساد عريض (۱۰)

یعنی تمہارے ہاں جب کوئی ایسا شخص پیغام نکاح دے جس کی دینی اور اخلاقی حالت تمہارے نزدیک پسندیدہ ہے تو قبول کر لو اور نکاح کر دو کہ ایسا نہ کرو گے تو زمین میں یہ بڑے فتنہ و فساد کا باعث بن جائے گا۔

اس بارے میں صرف امام محمد کا قول نقل کیا گیا ہے جو اختلافی ہے۔ امام محمد کے نزدیک دین امور آخرت میں سے ہے اور نکاح و غیرہ معاملات دنیا میں سے ہے، لہذا دین میں کفایت کا اعتبار نہ ہوگا، لیکن اس دلیل کا سقم محتاج اظہار نہیں۔ اسلام کی نگاہ میں نکاح بھی منجملہ اعمال آخرت کے ہے، یہی وجہ ہے کہ مشرک سے نکاح کو منع کیا گیا ہے اور فقہاء نے بعض حالات میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔

تاہم امام محمد کے نزدیک بھی اگر مرد کافرنے کو بڑھا ہوا ہو کہ لوگ اس سے تمسخر و استہزاء کرتے ہوں تو اس صورت میں نکاح درست نہیں ہوتا:-

الا اذا كان يصفح ويسخر او يخرج الى الاسواق سران ويلعب به الصبيان لانه مستخف به (۱۱)

اسی طرح جو شخص اعلانیہ شہراب پیتا ہو وہ بھی صالحہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا:

وان كان يعلن ذلك فلا قيل وعليه الفتوى (۱۲)  
 (اور وہ اگر اس کا اعلان کرتے ہوں تو نکاح جائز نہیں، اسی پر فتویٰ ہے)  
 لیکن فسق کے باوجود اگر زمام اقتدار کسی شخص کے ہاتھ میں ہو تو وہ صالحہ کا کفو ہوگا،  
 کاسانی کہتے ہیں:

فان كان ممن حجاب منه اميرافقلا يكون كفو لان هذا الفسق لا  
 يعد شيئاً في العادة فلا يقدح في الكفاءة (۱۳)  
 یعنی اگر وہ ایسا شخص جس کی ہیئت محسوس کی جاتی ہو، مثلاً امیر ہو تو صاحبین نے کہا کہ وہ  
 صالحہ کا کفو ہوگا، اس لئے کہ یہ فسق عادتاً قابل شمار نہیں ہوتا، لہذا یہ کفایت میں مانع نہیں  
 ہوگا۔

## ۲۔ آزادی میں ہم پلہ ہونا

اکثر فقہاء کے نزدیک آزادی اور غلامی ان امور میں سے ہے جن میں کفایت معتبر  
 ہے، ابن قدامہ کا بیان ہے:  
 فاما الحرية فالصحيح انها من شروط الكفاءة فلا يكون العبد كفواً  
 للحرّة (۱۴)  
 یعنی صحیح یہ ہے کہ آزادی بھی من جملہ اسباب کفایت کے ہے لہذا غلام آزاد کا کفو  
 نہ ہوگا۔

فقہاء نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔ غلام ایسی عورت کا جو خود بھی آزاد ہو  
 ، اس کا باپ بھی ایسا مرد ہو جو خود آزاد ہو، اور اس کا باپ آزاد نہ ہو غلام ہو، نیز ایسی عورت  
 کا جس کے باپ اور دادا دونوں آزاد ہوں، ایسا مرد جو خود اور اس کا باپ آزاد ہو اور دادا غلام،  
 کفو نہیں ہو سکتا (۱۵) البتہ آزادی اور غلامی میں کفایت کا اعتبار صرف عجمیوں کے درمیان  
 ہے،  
 البحر الرائق میں ہے:

الحرية والاسلام فهما معتبدان في حق العجم. (۱۶)  
 اب آزادی اور غلامی کا مسئلہ قصہ ماضی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، اس لئے مزید وضاحت کی  
 ضرورت نہیں۔

### ۳۔ معاشی سطح پر برابری

مال میں کفالت کا اعتبار کیا ہے، عام طور پر فقہاء نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس میں مذکور ہے کہ فاطمہ بنت قیس کو حضرت معاویہؓ نے نکاح کا پیغام دیا اور انہوں نے آپ سے مشورہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کی مفلوک الحالی کا ذکر کیا اور حضرت اسامہؓ سے نکاح کا مشورہ دیا۔

امام معاویہ فصعلوک لا مال له (۱۷)

نیز آپ سے نقل کیا گیا کہ مال ہی حسب ہے الحسب المال (۱۸) اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سماج اور عرف عام میں مال دار کو عزت و احترام کی نظر سے اور مفلس و قلاش کو کم نگاہی کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔

لا ان ذالک معدود نقصافی عرف الناس (۱۸)

(یعنی عرف عوام میں اسے کمزور تصور کیا جاتا ہے)

مال میں کفالت کے امام ابو حنیفہ قائل ہیں، امام شافعی اور امام مالک، اس کے قائل نہیں۔ امام احمد سے بھی دو روایتیں ہیں (۴) فقہاء احناف میں امام ابو یوسف کا اختلاف نقل کیا گیا ہے، اس لئے کہ مال آنی جانی چیز ہے، جس کو قرار نہیں۔

لانہ لاثبات له اذا المال غاد ورائح (۵)

نیز اس لئے کہ فقہ گو عرف میں معیوب سمجھا جاتا ہے، لیکن دین کی نگاہ میں یہ شرف و عزت ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنے لئے اس کی دعا فرمائی۔

اللهم احینى مسکینا وامتنى مسکینا (۱۹)

(اے اللہ مجھے مسکین کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکین کی حالت میں مجھے وفات دے) پھر جن لوگوں نے مال میں کفالت کا اعتبار کیا ہے۔ ان کے یہاں بھی اس کی تفصیل میں اختلاف ہے۔ احناف کے یہاں مشہور اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ دونوں کی معاشی سطح میں یکسانیت ضروری نہ ہوگی، بلکہ اگر مرد مہر مثل ادا کرنے پر قادر ہو اور فقہ دے سکتا ہو تو مستول ہے مستول خاندان کا کفو ہوگا۔

والمقبرفیه القدرة علی مهر مثلها ولا تعتبر الزیادة علی ذالک حتی ان

الزواج اذا كان قادر على مهر مثلها يكون كفالها وان كان لايساوجها في المال (۲۰)

یعنی اس میں اعتبار مہر مثل میں قدرت کا ہے، اس میں سے زیادہ کا اعتبار نہیں۔ چنانچہ شوہر کسی عورت کا حق ادا کر سکتا ہے لیکن معاشی اعتبار سے اس کا ہم پایہ نہ ہو تو وہ اس کا کفو شمار ہوگا۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ حالات زمانہ کے تحت فقہاء نے بتدریج اس میں مزید نرمی پیدا کی ہے، چنانچہ حاکمی نے اس بات کو کافی قرار دیا ہے کہ مہر کے اتنے حصہ کی ادائیگی پر قادر ہو جو عام طور پر بوجلت ادا کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ ایک ماہ کا نفقہ ادا کر سکتا ہو اور اگر صنعت پیشہ ہو تو روز کا نفقہ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو (۲۱)

شامی کا بیان ہے کہ زیلعی نے بعض حضرات سے مزید سہولت نقل کی ہے کہ اگر مہر کی ادائیگی پر قادر نہ ہوتا ہم نفقہ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ بھی کفایت کیلئے کافی ہوگا۔ (۲۲)

جبکہ امام ابو بکر اسلاف کی رائے ہے کہ صرف مہر و نفقہ پر قدرت کافی نہیں ہے، بلکہ یہ بات بھی ضروری ہے کہ مرد کی معاشی سطح عورت کی معاشی سطح سے بہت زیادہ متفاوت نہ ہو، مجتبیٰ "میں اس قول کی نسبت امام ابو حنیفہ کی طرف کی گئی ہے:

اذا كان للرجل عشرة آلاف درهم يريد ان يتزوج امرأة لها مائة الف واخوها لا يرضى بذلك قال لا خيها ان يمنعها من ذلك (۲۳)

یعنی اگر کوئی مرد جس کو دس ہزار درہم حاصل ہوں ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہے جو ایک لاکھ درہم کی مالکہ ہو اور لڑکی کا بھائی اس پر راضی نہ ہو، تو اس کو حق ہے کہ اپنی بہن کو اس نکاح سے روک دے۔

موجودہ زمانے میں شادی بیاہ میں معاشی حیثیت اور سطح نے جو اہمیت حاصل کر لی ہے اور جس طرح اکثر اوقات یہ چیز ازدواجی زندگی میں تلخی اور احساس کمتری و برتری کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ معاشی سطح اور معیار میں اگر غیر معمولی تفاوت ہو تو

کفایت کا اعتبار کیا جانا چاہیے۔

### ۴۔ جسمانی صحت میں برابری

فقہاء شوافع کے نزدیک کسی صحت مند عورت کا کفو وہی مرد ہو سکتا ہے جو جسمانی اعتبار سے سنگین قسم کے نقص سے خالی ہو جیسے جنون، جذام، برص، اور بعض فقہاء نے اس کو کفایت فی المال" سے تعبیر کیا ہے۔

والحال وهو ان یکون الزوج سالهما من العیوب الفاحشة (۲۴)

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اس کے قائل صرف شوافع ہیں، لیکن دوسرے فقہانے اس کو کفایت کی اساس نہیں قرار دیا اور اس نکاح کے لیے لزوم کیلئے ضروری نہیں مانا ہے کہ وہ ان عیوب سے خالی ہو لیکن مالکیہ (۲۵) اور حنابلہ (۲۶) نے بھی ان امراض کی بنا پر عورت کو اس بات کا حق دیا ہے کہ وہ اس مرد سے تفریق کا مطالبہ کرے۔ امام ابوحنیفہ کے یہاں تو نامردی اور "جب" کے سوا دوسرے امراض و عیوب کی بنا پر عورت تفریق کا مطالبہ نہیں کر سکتی، لیکن امام محمد کا مسلک وہی ہے جو مالکیہ اور حنابلہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اہم اختلاف اس بات میں رہ جاتا ہے کہ شوافع کے یہاں مرد میں ایسے عیوب پائے جانے کی صورت میں عورت کے سوا خود اس کے اولیاء بھی تفریق کا مطالبہ کر سکتے ہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک یہ مسئلہ کفایت سے متعلق ہے اور کفایت صرف عورت ہی کا نہیں بلکہ اولیاء کا بھی حق ہے، جبکہ دوسرے فقہاء کے نزدیک تفریق کا مطالبہ صرف عورت ہی کر سکتی ہے، اولیاء نہیں کر سکتے۔

ولکنہا تثبت الخیار للمرأة دون الاولیاء (۲۷)

### ۵۔ عقل و شعور میں ہم پلہ ہونا

کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک "عقل" میں بھی کفایت کا اعتبار ہے۔ یعنی ایک سفیہ، معتوہ یا پاگل ایسی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا جو "عقل" یعنی عقل کے اعتبار سے متوازن ہو۔ ہر چند کہ اس کی صراحت نہیں ملتی کہ کون لوگ ہیں جو عقل میں کفایت کے قائل ہیں، لیکن فقہی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود فقہاء احناف میں بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ شامی نے قاضی خاں سے نقل کیا ہے کہ اس مسئلہ میں متقدمین سے تو کچھ منقول نہیں، لیکن متاخرین کے درمیان اس کے معتبر ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف

ہے (۲۸) ابن نجیم مصری کہتے ہیں کہ اس میں کفایت کا اعتبار نہیں، لہذا پاگل آدمی ایک صحیح العقل عورت کا کفو نہیں ہو سکتا تاہم مشائخ کے درمیان اس میں اختلاف ہے۔

## ۶- خاندان میں برابری

عام فقہاء کے یہاں نو مسلم عام مسلمانوں کے کفو نہیں، عرب ہوں یا عجم، ابن قدامہ کا بیان ہے:

من اسلم او عتق من العبيد فهو كفو لمن له ابوان في الاسلام والحرية  
وقال ابو حنيفة ليس بكفاءة من ليس صحيح فان الصحابة اكثرهم اسلموا  
وكانوا افضل الامة فلا يجوز ان يقال انهم غير الكفالاتنا بعين (۲۹)

نو مسلم اور آزاد ایسے شخص کا کفو ہے جو دو پشتوں سے مسلمان اور آزاد ہو۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اس کا کفو نہیں ہے اور یہ صحیح نہیں، اس لئے کہ اکثر صحابہ نو مسلم تھے جو اس امت کے سب سے افضل لوگ تھے۔

عربوں کے بارے میں احناف بھی متفق ہیں کہ ان کے درمیان نو مسلم اور قدیم الاسلام افراد برابر ہیں اور ایک دوسرے کے کفو ہیں، لیکن عجمیوں کے بارے میں تفصیل ہے کہ جس شخص نے خود اسلام قبول کیا ہو اور اس کے والدین کافر ہوں، اور جس کے والدین کافر ہوں اور خود مسلمان ہو وہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ایسے شخص کا کفو نہیں جس کے خاندان میں دو پشتوں سے اسلام ہو، البتہ ایسا شخص جس کے یہاں دو پشت سے اسلام ہو یعنی باپ اور دادا دونوں مسلمان ہوں وہ تمام مسلمانوں کا کفو ہے چاہے وہ پشتا پشت سے مسلمان ہو۔ (۳۰)

حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ کیلئے کتاب و سنت میں کوئی مضبوط یا کمزور دلیل نہیں صراحت تو کجا اشارہ بھی کوئی نص اس پر دلالت نہیں کرتی۔ اس میں فقہاء نے سماج اور سوسائٹی کے مزاج و مذاق کو زیادہ پیش نظر رکھا ہے اس لئے الکاسانی لکھتے ہیں کہ ایسی آبادی جہاں قریبی زمانہ میں ہی اسلام ہو اور نو مسلم ہونا عیب نہ سمجھا جاتا ہو وہاں کیلئے یہ حکم نہ ہوگا۔ فاما اذا كان في موضع كان عهدا لا سلام قريبا بحيث لا يعيب بذالك ولا يعد عيباً يكون يعفهم كفاء لبعضهم لان التعيين اذا لم يجبر بذالك ولم



يعد عيباً لم يلحق الستين والنقيصه والا يتحقق الضرر (۳۱)  
 اگر ایسی جگہ ہو جہاں قریبی زمانہ میں اسلام آیا اور وہاں نو مسلم ہونا باعث عار اور عیب نہ  
 سمجھا جاتا ہو تو وہاں لوگ باہم ایک دوسرے کے کفو ہونگے کیونکہ یہاں یہ عیب نہیں  
 شمار کیا جاتا ہے نہ عیب کا باعث ہوگا اور نہ ضرر متحقق ہوگا۔

۷۔ صنعت و حرمت میں برابری

فقہاء نے کفایت کی ایک اساس ذریعہ معاش اور پیشہ کو بھی قرار دیا ہے۔ امام احمد  
 سے اس سلسلہ میں دو اقوال منقول ہیں (۲۳) امام ابو حنیفہ کا قول مشہور ہی ہے کہ صنعت  
 و حرمت اور پیشہ معاش میں کفایت کا اعتبار نہ ہوگا،

المروى عن ابى حنيفة ان ذالك غير معتبر اصلا .

قاضی ابو یوسف کے نزدیک ایسے پیشے کے لوگ، جن کے پیشوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے،  
 دوسرے پیشہ کے لوگوں کے کفو نہیں ہو سکتے فقہاء نے اس کی تفصیل اس طرح نقل کی ہے  
 کہ ایک ہی پیشہ کے لوگ باہم ایک دوسرے کے کفو ہیں، اسی طرح دو مختلف پیشوں کے  
 لوگ جن میں زیادہ فرق نہ ہو وہ ایک دوسرے کے کفو متصور ہوں گے۔

ان الحرف متى تقارب لا يعتبر التفاوت (۳۳)

چنانچہ جلاہ، حجام (پچھنے لگانے والے) چرٹے کی صفائی کا کام کرنے والے (دباغ) جاروب  
 کش اور پیتل کا کام کرنے والے لوہار کے کفو ہو سکتے ہیں، اسی طرح کپڑا فروش رنگریز کے اور  
 رنگریز دو فروش کے کفو ہو سکتے ہیں (۱) جہاں پیشوں میں بہت فرق ہو وہاں کم تر پیشہ والے  
 اعلیٰ پیشہ کے لوگوں کے کفو نہ ہوں گے، چنانچہ جلاہ، جاروب کش اور حجام وغیرہ کپڑوں  
 اور ادویہ کے تاجروں کے کفو نہ ہوں گے، احناف کے ہاں اسی پر فتویٰ ہے۔

قال شمس الائمة الحلوانى وعليه الفتوى (۳۴)

گور نمٹ کے اعلیٰ افسران و ملازمین کے کفو، درجہ چہارم کے ملازمین نہیں ہو سکتے۔  
 چنانچہ فراش، دربان وغیرہ کو تاجر کا کفو نہیں مانا گیا ہے۔ بخلاف دوسرے ملازمین کے، اسی  
 طرح اساتذہ و سکارلز کا شمار اعلیٰ پیشہ میں ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کو فرما والے وقت کا کفو  
 مانا گیا ہے۔

وينبغى ان من له وظيفة تدريس او نظريكون كفوالبنت الامير بمصر (۳۵)  
 فقهاء متقدمين کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشوں میں وہ دینی و شرعی قباحتوں کو بھی  
 ملحوظ رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حاکمی نے ظالم حکمرانوں کے ساتھ لگ کر روزی کا سامان بہم  
 پہنچانے والوں کو سب سے ذلیل اور خسیس اصحاب پیشہ شمار کیا ہے:

واما اتباع الظلمة فاخس من الكل (۳۶)

ابن بزم نے بھی تعبیر کے کچھ فرق کے ساتھ یہی بات نقل کی ہے، اور کہا ہے کہ ایسے  
 لوگوں کو "شاکری" اور "تاج" سمجھا جاتا ہے۔ یہ گو صاحب و جاہلیت اور صاحب مال ہوں پھر بھی  
 ان کو خسیس ہی سمجھا جائے گا۔

اسی طرح یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر کوئی خاندان ایک ذریعہ معاش رکھتا ہو پھر  
 اسے بدل لیا ہو مثلاً کوئی حاکم ہو بعد میں تاجر ہو گیا تو اب وہ تاجروں کا کفو متصور ہوگا:  
 فلوكبان دباغا اولائم صار تاجراً ثم تزوج بنت تاجراً اصل ينبغى ان يکون کفو (۳۷)  
 ابن بزم نے لکھا ہے کہ اگرچہ کسی انسان کیلئے کسی پیشہ کا چھوڑنا ممکن ہے، لیکن کبھی ایسا  
 بھی ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ پیشہ کی وجہ سے جو "عار" لگی رہتی ہے وہ اس سے نجات نہیں  
 پاسکتا، ایسی صورت میں اسے دوسرے اعلیٰ لوگوں کا کفو نہیں ہونا چاہیے۔

شامی نے اس لئے لکھا ہے کہ اگر اس کو سابقہ پیشہ چھوڑے ہوئے اتنا عرصہ گزر جائے  
 کہ وہ نیا دنیا ہو جائے اور لوگوں کے ذہن میں اس کی حقیر باقی نہ رہے تو اب اس کے ساتھ  
 پیشہ کی وراثت کا لحاظ نہیں کیا جانا چاہیے:

وان تناسى امرها تتقدم زمانها كان كفو لكان حسنة (۳۸)

اب ہم ان دلائل کی طرف آتے ہیں جو ذریعہ معاش اور صنعت و حرفت میں کفایت  
 کا اعتبار نہ کرنے والوں اور کرنے والوں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔

جو لوگ اس میں کفایت کے قائل ہیں ان کے پاس ایک دلیل وہ حدیث ہے کہ:

الموالى بعضهم اكفاء لبعض قبيلة بقبيلة رجل برجل الا حائكف  
 او الحجام (۳۹)

عجم سب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ ایک خاندان دوسرے خاندان کا اور ایک شخص  
 دوسرے شخص کا سوائے بنکر اور بچھنا لگانے والے کے۔

بیہقی شوکانی وغیرہ نے اس حدیث پر گفتگو کی ہے اور اس کی ہر سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا یہ بے اصل جھوٹ ہے۔ امام ابوحنیفہ کا اس حدیث کے بارے میں بیان ہے کہ یہ شاذ ہے۔ امام احمد کو بھی اس حدیث کا ضعف تسلیم ہے، مگر وہ حرث میں کفایت کو ثابت کرنے کیلئے عرف کا سہارا لیتے ہیں۔ (۴۰)

ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ عرف میں صنعت و حرث میں بعض کم تر اور بعض کو برتر سمجھا جاتا ہے پس پیشہ کی دنائت بھی نسب کی دنائت سمجھی جائے گی:  
 لان ذالک نقص من عرف الناس فاشهد نقص النسب. (۴۱)  
 امام ابوحنیفہ کی طرف سے جو دلیل اہل علم نے نقل کی ہے اس میں اس دلیل کا جواب بھی موجود ہے۔ کاسانی نے امام ابوحنیفہ کی دلیل اس طرح نقل کی ہے:  
 لان لیت بامر لازم واجب الوجود الاتری انه یقدر علی ترکھا (۴۲)  
 یعنی یہ کوئی لازمی اور انسانی وجود کے ساتھ ہمیشہ لگی رہنے والی بات نہیں، بلکہ وہ اس کے ترک کر دینے پر قادر ہے۔

اس بارے میں امام ابوحنیفہ کی رائے کو زیادہ قوی قرار دیا گیا ہے۔  
 بہر حال اب چونکہ موجودہ زمانہ کے عرف میں کافی تغیر آچکا ہے اور وہ پیشے جن کو حقیر و ادنیٰ قرار دیا گیا وہ اب باقاعدہ صنعت کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ اب ان پیشوں سے منسلک لوگوں کو حقیر نہیں سمجھا جاتا، بلکہ سماج میں ان کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے مثلاً کپڑے کا کارخانہ لگانے والا یا جو تاسازی کے کارخانے لگانے والے کو حقیر نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس دیوار کو اب ختم ہو جانا چاہیے، فقہاء نے تو ٹیلر ماسٹر کو جو خیاطی کی تعلیم دیتا ہو تاجر کا کفو قرار دیا ہے، شامی لکھتے ہیں:

والظاہران نحو الخیاط اذاکان استاذاً فیقبل الاعمال ولہ اجرا یعملون لہ  
 یکون کفواً لبنت البزاز والتاجر فی زماننا... اما لوکان استاذہ اجر  
 فلیس فی زماننا نقص من البزاز والعطار (۴۳)

ظاہر ہے کہ ایسے خیاط جو استاذ ہوں کاموں کو قبول کرتے ہوں اور ان کے مزدور ہوں جو ان کے لئے کام کرتے ہوں وہ ہمارے زمانہ میں بزاز اور تاجر کا کفو ہوگا، کیونکہ ایسا شخص ہمارے زمانے میں عطار اور کپڑا فروش سے کم تر نہیں سمجھا جاتا ہے۔

## نسب میں برابری

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ایک قول کے مطابق امام احمد بن حنبل کے نزدیک نسب میں بھی کفایت معتبر ہے، یعنی قریشی غیر قریشی کا اور عربی عجمی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ امام مالک احناف میں ابوالحسن کرخی، ابوبکر حصاص رازی، نیز سفیان ثوری، علامہ ابن حزم اور عام فقہاء نسب میں کفایت کے قائل نہیں ہیں۔ جو لوگ نسب میں کفایت کے قائل ہیں انہوں نے نسب کے اعتبار سے پوری دنیا کو تین درجات میں تقسیم کیا ہے۔

اول قریش یعنی وہ تمام عرب جن کا سلسلہ نسب زضر بن کنانہ سے ملتا ہے (۱) ان میں بنی ہاشم رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی وجہ سے دوسروں سے فائق ہیں، لیکن نکاح میں وہ سب ایک درجہ کے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کو حضرت عمر کے نکاح میں دیا، حالانکہ وہ عدوی تھے، اس طرح کی اور بھی نظیریں موجود ہیں۔

(۲) دوسرا درجہ قریش کے علاوہ تمام عربوں کا ہے، وہ سب ایک دوسرے کے کفو ہیں، بعض فقہاء جیسے صحاب ہدایہ وغیرہ نے "بنو ہبلہ" کے بارے میں کہا ہے کہ وہ عرب قبائل کے کفو نہیں ہے، مگر ابن مجیم اور ابن ہمام وغیرہ محققین کو اس سے اتفاق نہیں ہے (۴۴) تیسرا طبقہ غیر عرب کا ہے، یعنی عجم جن کو فقہاء "موالی" کا نام دیتے ہیں، یہ سب ایک دوسرے کے کفو ہیں، ان میں مزید کوئی درجہ بندی نہیں ہے۔ امام احمد کا قول اس بارے میں بہت متعارض ہے، ایک روایت یہ ہے کہ خاندان میں کفایت کا اعتبار نہیں، دوسری یہ ہے کہ قریش میں بھی عام قریش بنو ہاشم کے کفو نہیں ہو سکتے، تیسرا قول ہے کہ تمام عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ اور تمام عرب ایک دوسرے کے (۴۵)

اصل موضوع بحث دراصل مسئلہ کی یہی شق ہے جو لوگ کفایت کے قائل ہیں ان کے

دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) مسئلہ کفایت میں کن امور کا اعتبار ہوگا؟ ان پر روشنی ڈالتے ہوئے کاسانی نے

لکھا ہے:

والاصل فیہ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش بعضہم اکفاء

بعض (۴۶)

یعنی اس سلسلہ میں اصل رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ قریش باہم ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ اسی روایت کو عام طور پر مشائخ احناف نے نقل کیا ہے۔

(۲) اس سلسلے میں دوسری روایت ابن قدامہ نے نقل کی ہے:

عن ابی اسحاق الہمدانی قال: خرج سلیمان وجریر فی سفرنا قیمت الصلوة فقال جریر لسلیمان: تقدم انت قال سلیمان: بل انت فانکم معشر العرب لا نتقدم علیکم فی صلواتکم ولا ننکح نساءکم ان اللہ فضلکم علینا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعله فیکم (۲۷)

ابو اسحاق ہمدانی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: سلیمان و جریر ایک سفر میں ساتھ تھے۔ نماز ادا کی گئی تو جریر نے سلیمان سے کہا کہ آپ امامت فرمائیں، سلیمان نے کہا نہیں، آپ فرمائیں، اس لئے کہ آپ عرب ہیں، نہ ہم نماز میں آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ آپ کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے ذریعہ آپ کو ہم پر فضیلت عطا فرمائی ہے کہ عربوں میں ہی ان کو پیدا کیا۔

(۳) بعض حضرات نے اس سلسلہ میں ایک استدلال یہ بھی کیا ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر جب بعض اہل مکہ مقابلہ کو باہر نکلے اور مسلمانوں کو لٹکارا تو ادھر سے ایک انصاری شریف لے گئے۔ اہل مکہ نے کہا کہ ہم ان سے نہیں لڑیں گے۔ ہمارے مقابلہ کے آدمیوں کو بھیجو۔ آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ و غیرہ کو بھیجا، پس جب میدان جنگ میں بھی کفایت کا اعتبار کیا گیا تو نکاح جیسے رشتہ میں، جس میں لڑکی اپنے آپ کو گویا سراپا مرد کے ہاتھ فروخت کر دیتی ہے، بدرجہ اولیٰ کفایت کا اعتبار ہوگا۔ (۳۸)

(۴) ان کے علاوہ اصل استدلال یہ ہے کہ رشتہ ازدواج کا مطلب دوام اور تعلق کاشیات، شوہر کا احترام اور اس کے جائز احکام کی اطاعت، اور مرد کیلئے عورت کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ اگر شادی میں کفایت کا خیال نہ رکھا جائے، عورت احساس برتری میں مبتلا ہو اور اس کو شوہر کے ماتحت رہنے میں حار محسوس ہو، تو ظاہر ہے کہ دلوں کا جو قرب ہونا چاہیے وہ مفقود ہوگا اور اس طرح رشتہ نکاح کی وہ روح باقی نہ رہ سکے گی، جو شریعت کا اصل مقصود ہے۔ عام طور پر محققین نے اس رخ پر زیادہ زور دیا ہے۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

لان المصالح تختل عند علم الکفاءة لا نهالا تحصل الا بالاستفراش

والمرأة تستنكف عن استفراس غير الكؤ تعير بذالك فتختل المصالح  
ولان الزوجين بينهما مباسطات فى النكاح لا يبقى النكاح بدون تحمله  
عادة ، والتحمل من غير كفؤ، امر صعب ينقل على الطباع السليمة فلا  
يدوم النكاح مع عدم الكفاءة فلزم اعتبارها (۴۹)

کفایت نہ ہو تو نکاح کی مصلحتوں میں خلل پیدا ہوتا ہے، کیونکہ یہ مصلحتیں اسی وقت  
حاصل ہو سکتی ہیں جب عورت مرد کا فراش بنے اور عورت غیر کفو کا فراش بننے سے نفرت  
کرتی ہے اور اسے باعث عار سمجھتی ہے، چنانچہ مصلح نکاح میں خلل پیدا ہوتا ہے، اور اس  
لئے کہ زوجین کے درمیان نکاح میں جن کو برداشت کئے بغیر عاودہ رشتہ نکاح باقی اور پائیدار  
نہیں ہو سکتا اور غیر کفو سے اس کا گوارہ کرنا ایک مشکل بات ہے جو طبائع سلیمہ پر گراں گزرتا  
ہے، لہذا کفایت نہ ہونے کے باعث نکاح میں پائیداری نہیں رہ سکتی، اس لئے اس کا اعتبار  
کرنا ضروری ہے۔

بہر حال کفایت کا اعتبار تو روایات سے ثابت ہے اب کفایت کا اعتبار کن امور میں  
ہوگا۔ یہ زمانہ کے حالات لوگوں کے طرز فکر اور معاشرتی مصلح کو دیکھتے ہوئے اس کا فیصلہ کیا  
جانے گا اور اس حیثیت سے جب ہم اپنے معاشرہ پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ "نہ  
نسب" کی اہمیت اور نسبی فضیلت اور کمتری کا احساس نکاح کے مقصود اور میاں بیوی کے  
تعلقات پر عمیق اثر رکھتا ہے۔

اذا ثبت اعتبار الكفاءة بما قدمناه فيمكن ثبوت تفصيلها ايضاً بالنظر الى  
عرف الناس فيما يحقرونه ويعرفون به. (۵۰)

ترجمہ: جب میری گزشتہ باتوں سے فی الجملہ کفایت کا معتبر ہونا ثابت ہو گیا تو اب  
تفصیلات کا ثبوت بھی ممکن ہے۔ اس طرح لوگوں کے عرف کو دیکھا جائے کہ کون سی باتیں  
ان کے نزدیک حقارت و ننگ ہیں۔

حسب میں برابر می

حسب میں کفایت کا تذکرہ بھی مختلف کتب فقہ میں ملتا ہے۔ حسب سے کیا مراد  
ہے؟ قاضی خان میں ہے۔

الحسب یكون كفواً للنسب. (۵۱)

(حب والا، نب والے کا کفو ہوگا)

حاشیہ چلپی میں ہے:

ویقال حسبہ دینہ (۵۲)

(کہا جاتا ہے کہ اس کا حسب اس کا دین ہے)

بمرا لائق میں ہے:

"الحسیب الذی له جاه وحشمة ومنصب (۵۳)

(حب وہ ہے، جس کا مرتبہ حشمت اور منصب ہو)

فتح القدر میں ہے:

"لان تعرف العلم فوق شرف النسب. (۵۴)

(اس لئے کہ عملی تعارف نسبی تعارف سے بڑھ کر ہے)

مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ حسب سے مراد وہ وجاہت ہے جو کسی خاندان یا فرد کو اس کے علم، عہدہ، حیثیت عرفی اور حکومت و اقتدار کی وجہ سے حاصل ہو جایا کرتی ہے۔

## حواله جات

١. ابن عابدين، ردالمحتار، بيروت، ج: ٢، ص: ٣١٤، باب الاكفاء
٢. ايضاً
٣. شوكانى، ارشاد السارى على البخارى، باكستان، ج: ٨، ص: ١٩
- ٤-B. الحجرات: ٢٦
٤. الترمذى، ٢٠٦/١، باب ماجاء فى تعجيل الجنائز
٥. سنن كبرى للبيهقى ١٣٢/٤، باب اعتبار الكفاءة
٦. مصنف عبدالرزاق ١٥٥/٦، ١٥٢، باب الاكفاء
٧. ايضاً
٨. ايضاً
٩. كاسانى، بدائع الصنائع، ٢٢١/٢
١٠. ابن نجيم، البحر الرائق، ٦٣٢/٢
١١. ابن قدمه، المغنى، ١٦/٤
١٢. بخارى شريف، ٤٢٦/٢، باب الاكفاء فى الدين
١٣. سنن ترمذى عن ابي هريرة، ٢٠٤/١، باب ماجاء فى من ترصون دينه
١٣. المرغينانى، هداية ٣٠٠/٢، المغنى، ٢٨/٤
١٥. بدائع الصنائع ٣١٩/٢
١٦. البحر الرائق، ١٣/٣
١٤. بيهقى، ١٣٥/٤، باب اعتبار الكفاءة
- ١٨-A. ايضاً ص: ١٣٦
- ١٨-B. المغنى، ٢٨/٤
١٩. ايضاً ٢٩/٤
٢٠. كاسانى، بدائع الصنائع، ٣١٩/٢
٢١. درمختار على هامش الرد، ٣٢١/٢
٢٢. ردالمحتار، ٣٢١/٢
٢٣. ايضاً
٢٣. ايضاً



المغنى، ٣٩/٨، البحر الرائق: ٣/١٢٢	.٢٥
ايضاً	.٢٦
ايضاً	.٢٤
ايضاً	.٢٨
بدائع الصنائع، ٣١٩/٢	.٢٩
سرخسى، المبسوط، ٢٥/٥	.٣٠
البحر الرائق، ٣/١٣٣	.٣١
ايضاً	.٣٢
ايضاً	.٣٣
ايضاً	.٣٣
ايضاً	.٣٥
ايضاً	.٣٦
ايضاً	.٣٤
ايضاً	.٣٨
ايضاً	.٣٩
ايضاً	.٣٠
بدائع الصنائع، ٣١٩/٢	.٣٦
ايضاً	.٣٢
ايضاً	.٣٣
رد المحتار، ٢/٣٩٨	.٣٣
ايضاً	.٣٥
بدائع الصنائع، ٦/١٥٠	.٣٦
المغنى، ٦/٢٨	.٣٤
ايضاً	.٣٨
ايضاً	.٣٩
ايضاً	.٥٠